

## جب شکست، فتح میں بدل گئی!

صلح حدیبیہ کا ایک تاثراتی مطالعہ

پروفیسر خورشید احمد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارت کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ ان کے جانے کے بعد یہ خبر اڑ گئی کہ: ”قریش نے ان کو شہید کر دیا ہے۔“ یہ وہ ظلم تھا جسے ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہ کیا جاسکتا تھا۔ حضور اور آپ کے ساتھی سب زیادتیوں کو گوارا فرما رہے تھے لیکن اعلیٰ مقصد کے لیے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو حضور کے سفیر تھے، شہید کر دیا گیا ہے، تو یہ کھلا کھلا اعلان جنگ ہے۔ امن پسندی اور عنف و رحم اسلام کا شعار ہے لیکن ظالم جب ساری حدود کو پھاند جانے کے درپے ہو تو پھر انصاف کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ ظالم کا ہاتھ پکڑ لیا جائے اور جو تلوار مظلوموں پر اٹھی ہے اسے توڑ ڈالا جائے۔

### موت پر بیعت

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سارے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کی بیعت کی۔ یہ بیعت مرٹنے کے وعدے پر تھی۔ آپ نے فرمایا: ”عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا فرض ہے۔“ ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر آپ نے صحابہؓ سے جاں نثاری اور آخری سانس تک لڑنے کی بیعت لی۔ اس بیعت میں مردوزن سبھی شامل تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے جوش اور ولولے کا یہ عالم کہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے کوشاں اور بے چین اور بڑھ چڑھ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے گئے۔ خدا قرآن میں اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ؕ (الفتح ۱۰:۴۸) اے نبی، جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ (الفتح ۱۸:۴۸)

اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اُس کو معلوم تھا اس لیے اُس نے ان پر سکینت نازل فرمائی۔

دعوتِ اسلامی کی خصوصیت ہے کہ آزمائش کے وقت اس کے پیروکاروں کے جذبہ عمل اور شوق قربانی میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے، فداکاری کی ایک لہر صرف افراد کے سراپے ہی میں نہیں، بلکہ ان کی اجتماعیت تک میں دوڑ جاتی ہے، حق کے لیے جان کی بازی لگا دینے کا ولولہ ہر فرد میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ وہ ادا ہے جو حق تعالیٰ کو بے حد پسند ہے۔ اس نے ایسے لوگوں کے لیے اپنی رضامندی اور جنت لکھ دی ہے۔

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے

وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

محبوب کی رضا طلبی کی خواہش اور اس کی خوشی پر فخر و ناز ہی کی کیفیت میں حضرت براء

رضی اللہ عنہ نے محبت میں ڈوبے ہوئے تاریخی الفاظ کہے تھے جو بخاری میں مرقوم ہیں:

”تم فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو اور ہم بیعت رضوان کو (اصل فتح) سمجھتے ہیں۔“

اس بیعت نے مسلمانوں کے جذبات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا۔ ہر شخص کفن سر سے باندھے،

حق کے لیے جان کی بازی کھیل جانے کے لیے تیار تھا اور اس میں کیف و مرشاری محسوس کر رہا تھا۔

دست از طلب ندارم تا کار من برآید

یا تن رسد بہ جاناں یا جاں زتن برآید

[میں نے کام میں ہاتھ اس لیے نہیں ڈالا کہ میری غرض پوری ہو بلکہ یہ کام اس عزم کے ساتھ کر رہا

ہوں کہ میں محبوب تک پہنچ جاؤں یا اسی کام میں اپنی جان ہار دوں۔]

عزم و استقلال کے اس مظاہرے نے قریش کے ہوش اڑا دیے۔ اپنی ساری اکڑنوں اور کبر و استکبار کے باوجود وہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔

لیکن، مسلمانوں کے لیے ابھی کچھ اور آزمائشیں بھی تھیں۔ دارورسن کے لیے تو وہ آمادہ و تیار تھے ہی۔ لیکن نئی آزمائش ایک اور ہی نوعیت کی تھی!

اب انھیں ایک ایسی صورت کے لیے تیار ہونا تھا جس میں کمزوری اور شکست خوردگی کی سی کیفیت کا نمایاں اظہار تھا، جس کی وجہ سے کعبۃ اللہ کے دیدار سے آنکھوں کے مشرف ہونے کا جو امکان پیدا ہو گیا تھا، اس سے محرومی تھی۔ جذبہ جہاد میں جو قدم آگے بڑھے تھے، ان کو حکمت الہی کے تحت پیچھے ہٹانا تھا۔

یہ آزمائش جان لٹانے سے بھی زیادہ سخت تھی!

#### دعوت اسلامی کی اخلاقی قوت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط نکلے! عروہ بن مسعود ثقفی قریش کے نمائندے کی حیثیت سے آیا اور صلح کی گفت و شنید کی۔ بظاہر عروہ بہت رکھ رکھاؤ سے معاملات طے کر رہا تھا۔ قریش کا سر اوجھار کھنے، ان کی ضد پر پردے ڈالنے اور ان کی مٹی میں مٹی ہوئی ساکھ کو سنبھالنے کے لیے اس نے ہر ممکن جتن کیے۔ اپنی بڑائی کو ظاہر کرنے کے لیے بہت سی نازیبا حرکتیں بھی کیں۔ کبار صحابہؓ سے، جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت مغیرہؓ شامل تھے بدزبانی تک سے باز نہ آیا لیکن داعیان حق کے اس کیپ میں جو منظر اس نے دیکھا، اس نے اس کے دل کو مسخر کر لیا۔ کم تعداد اور نہتے مسلمانوں کا رعب اس کے دل و دماغ پر قائم ہو گیا، اور قریش کو شرائط پر آمادہ کرنے کے لیے اس نے ہر ممکن کوشش کی اور بالآخر کامیاب رہا۔

وہ کیا چیز تھی جس نے اس کے دل و دماغ کو ماؤف کر دیا؟ وہ کون سی قوت تھی جس کے آگے اس نے ہتھیار ڈال دیے؟ صحابہ کرامؓ کی وہ کون سی خصوصیت تھی، جس نے مخالفین کو بھی خاموشی کے ساتھ مسخر کر لیا؟ عروہ ہی کی زبانی سنئے۔ قریش میں واپس جا کر وہ کہتا ہے:

اے قریش! میں نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر خدا کی قسم! میں نے اصحاب محمدؐ کو جس طرح محمدؐ کا فدائی دیکھا ہے، ایسا منظر کسی بڑے

سے بڑے بادشاہ کے ہاں نہیں دیکھا۔ ان لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ جب محمدؐ وضو کرتے ہیں تو صحابہؓ آپؐ کے وضو کے پانی کی ایک بوند بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے۔ پس، اب تم لوگ سوچ لو کہ تمہارا مقابلہ کس سے ہے؟ (سیرت ابن ہشام، ص ۴۵۱)

قریش کے ہاں سناٹا چھا گیا۔ وہ کہنے لگے: ”اے چچا، جیسے تم مناسب سمجھتے ہو کرو۔“ دیکھیے! وہ کیا چیز ہے جس نے دلوں کو فتح کر لیا، مادی قوت نہیں، اسلحے کی جج دھج نہیں، فوج کی تعداد نہیں، ظاہری رعب و دبدبہ نہیں۔ وہ چیز ہے اخلاقی قوت، باہمی محبت۔ یک رنگی، وحدت اور نظم و اطاعت! اخلاق کی قوت مادی طاقت اور ابلیسی سیاست پر غالب آئی اور بحث کے لیے صفحہ تارخ پر یہ فیصلہ ثبت کر گئی کہ: ”آخری فتح اخلاق ہی کی قوت کو حاصل ہوتی ہے۔“

رسول اللہ، کیا یہ الفاظ مٹانے سے مٹ جائیں گے!

اب آزمائش کا ایک دوسرا ورق کھلتا ہے۔ انسان کی نگاہ چند قدم ہی تک دیکھتی ہے لیکن حکمت الہی کے لیے زمان و مکان کی کوئی حد اور قید نہیں۔ انسان اپنی سمجھ اور خواہشات اور تمناؤں کے مطابق فیصلے چاہتا ہے، لیکن مشیت ربانی کی جو حکمت بالغہ کا فرما ہے وہ ہماری تمناؤں کی پابند نہیں۔ مسلمانوں کا دل اب صلح سے زیادہ معر کے اور زیارت بیت اللہ کے لیے بے تاب تھا، لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی کسی اور ہی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

مسلمانوں کے لیے ایک بڑا ہی دل پاش پاش کر دینے کا لمحہ آیا، آزمائش نے ایک نیا روپ دھارا۔ صلح کی شرائط طے ہو گئیں، قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو، ایک وفد کے ساتھ آیا اور حضورؐ سے گفت و شنید کے بعد منجملہ اور چیزوں کے یہ طے پایا کہ:

- ۱- دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی، اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ یا علانیہ کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔
- ۲- اس دوران میں قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کے پاس جائے گا، اسے آپؐ واپس کر دیں گے، اور آپؐ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس چلا جائے گا، اسے وہ واپس نہ کریں گے۔
- ۳- قبائل عرب میں سے جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے

میں شامل ہونا چاہے گا، اسے اس کا اختیار ہوگا۔

۴- محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اس سال واپس جائیں گے اور آئندہ سال وہ عمرے کے لیے آکر تین دن مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں، بشرطیکہ نیاموں میں صرف ایک ایک تلوار لے کر آئیں، اور کوئی سامان جنگ ساتھ نہ لائیں۔ ان تین دنوں میں اہل مکہ، ان کے لیے شہر خالی کر دیں گے (تا کہ تصادم نہ ہو) مگر واپس جاتے ہوئے وہ یہاں کے کسی شخص کو اپنے ساتھ لے جانے کے مجاز نہ ہوں گے۔

ان شرائط پر مسلمانوں میں ایک خاموش اضطراب، ایک دہی ہوئی بے چینی اور ایک شدید گھٹن کی سی نضا پیدا ہو گئی تھی۔ کوئی شخص ان مصلحتوں کو نہیں سمجھ پارہا تھا کہ جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں۔ پھر جب معاہدہ لکھنے کا آغاز ہوا تو حضرت علیؓ نے لکھنا شروع کیا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

سہیل نے کہا: ”ہم اس کو پسند نہیں کرتے بِاسْمِکَ اللّٰہُمَّ لکھو“۔  
آپؐ نے فرمایا: ”اچھا یہی سہی“۔

دوسرا جملہ تھا: مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ — سہیل نے پھر اختلاف کیا اور کہا: ”اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو جھگڑا ہی کیا تھا، ”محمد بن عبد اللہ“ لکھیے۔ مسلمانوں کے لیے یہ اعتراض ناقابل برداشت تھا۔ ان کی بے چینی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔

حضورؐ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ”رسول اللہ کے لفظ مٹا دو“۔ لیکن حضرت علیؓ کے ہاتھوں کی جنبش رک گئی۔ حضورؐ نے حکم دیا، مگر علیؓ تعمیل نہیں کر پاتے! آہ! محبت میں ایک ایسا مقام بھی آتا ہے کہ محبوب کی عزت اور مقام نبوت کی عظمت و عصمت کی خاطر اطاعت کیش ہاتھ پاؤں بھی رک گئے۔ یہ عدم اطاعت نہیں تقدیس اور عظمت و عقیدت کا وہ نازک مقام ہے کہ جہاں اطاعت بھی محبت کے آگے سپردال دیتی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ان الفاظ کو، جن کے لیے ساری دنیا کو چھوڑا تھا، کیسے مٹا سکتے تھے؟

حضورؐ اس پر خفا نہیں ہوئے، اپنے دست مبارک سے وہ الفاظ مٹا دیے اور محمد بن عبد اللہ لکھ دیا گیا۔ یہ تھی نبی برحق کی حکمت عملی!

باطل پرستوں کی نادانی پر زمین و آسمان کی قوتیں خندہ زیر لب کے ساتھ گویا تھیں کہ ان الفاظ کے مٹانے سے کہیں حق مٹ سکتا ہے! یہ تو محض ایک قانونی وسیلہ ہے تمہاری اس چھچھوری حرکت پر، اس میں کیا فرق پڑ جائے گا۔ ایسے قانونی کرتب کہیں دعوت اسلامی کو بھی متاثر کرتے ہیں!

زمین و آسمان کے اس اعلان پر حق تعالیٰ نے خود شہادت دی:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ۲۹:۴۸) محمدؐ، اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔

یہ زور دار اعلان قریش کی اچھی حرکت کی کٹی تردید ہے! قرآن کے ان تین اہم ترین مقام میں سے ایک، جہاں نام لے کر حضورؐ کی رسالت کا اثبات و اظہار نہایت قوت و تہدی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

نفسی آزمائش

لیکن یہ ساری باتیں تو کچھ بعد کی ہیں، فوری طور پر تو مسلمانوں کے جذبات میں شدید ارتعاش پیدا ہو گیا۔ ان کی نگاہیں مستقبل کے دھندلکوں میں پوشیدہ کامیابیوں کو دیکھنے سے قاصر تھیں۔ وہ ان حکمتوں سے بھی ناواقف تھے، جو اللہ کے فیصلوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ان کے سامنے تو غلبے کی اُمید کے بعد ظاہری کم زوری یا کھلے لفظوں میں ناکامی کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ تو زیارت کعبہ کی توقعات کو ہوا میں تحلیل ہوتا دیکھ رہے تھے۔ وہ تو ظالموں کی بات کے وقتی طور پر بظاہر حاوی ہو جانے پر مضطرب تھے۔ وہ اپنی امیدوں کے ٹوٹنے پر پریشان اور بے چین تھے۔ وہ آئے تو اس ارادے سے تھے کہ متکبروں کی اکڑی ہوئی گردن کو جھکا دیں گے یا قلم کر دیں گے۔ لیکن بظاہر انھیں نظر آ رہا تھا کہ اس گردن کے خم میں تو کچھ اور بھی کچی رُو نما ہو گئی ہے۔

ابھی صلح نامے پر آخری دستخط نہ ہوئے تھے کہ ایک مسلمان حضرت ابو جندلؓ آئے۔ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ سہیل ان پر سخت مظالم کر رہا تھا۔ اس وقت بھی ہاتھ اور پاؤں میں زنجیریں تھیں اور انھوں نے مسلمانوں کے سارے مجمعے کے سامنے اپنے زخم اور دھتکی ہوئی کمر دکھائی۔ یہ منظر دیکھ کر سب کے دل دہل گئے، خون جوش میں آ گیا۔ حضورؐ نے ابو جندلؓ کو معاہدے سے مستثنیٰ کرانے کی

بہترین کوشش کی، لیکن سہیل بن عمرو واڑ گیا۔ بالآخر آپؐ نے معاہدے کی پابندی کی اور فرمایا:

”ابوجندلؓ، چند روز اور صبر کرو، اجر کی امید رکھو، عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے اور دوسرے مظلوموں کے لیے کشادگی پیدا کرے گا۔ میں مجبور ہوں کہ میں نے عہد کر لیا ہے اور عہد کے خلاف نہیں کر سکتا۔“ اور حضرت ابوجندلؓ کو پابہ زنجیر واپس جانا پڑا۔

یہ آزمائش مسلمانوں کے لیے بہت کڑی تھی۔ ذلت گوارا کریں اور پھر اپنے بھائیوں کو آنکھوں دیکھے ظالموں کے ہاتھ میں دے دیں۔

ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟

ان واقعات پر سب ہی مضطرب تھے، لیکن زبان کھولنے کی ہمت کسی میں نہیں ہو رہی تھی، بالآخر حضرت عمرؓ کو ضبط کا یارا نہ رہا اور وہ بے چین ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اور بو جھل دل سے کہا: ”کیا حضورؐ، اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ پھر آخر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں اختیار کریں؟“

ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا: ”اے عمرؓ، وہ اللہ کے رسولؐ ہیں، اور اللہ ان کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔“

حضرت عمرؓ کا اضطراب ختم نہ ہوا، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے:

عمرؓ: یا رسول اللہ! کیا آپ پیغمبرِ برحق نہیں ہیں؟

حضورؐ نے فرمایا: ہاں، ہوں۔

عمرؓ: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

فرمایا: ہاں، ہم حق پر ہیں۔

عمرؓ: تو ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟

فرمایا: میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا، خدا میری مدد کرے گا۔

عمرؓ: کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم لوگ کعبہ کا طواف کریں گے؟

فرمایا: ہاں، لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس سال ہی کریں گے۔ (بخاری، سیرت النبیؐ، از





بالکل ختم ہو گئی تو اس کے باوجود اطاعت میں کوئی کمی نہ رہی۔

ان سخت صبر آزما حالات میں بھی اطاعت کی مثال اگر دیکھنی ہے تو صلح نامے پر دستخط کرنے والوں کی فہرست پر نگاہ ڈالیے۔ جب حضور کی مہر اس پر ثبت ہوئی تو وہی عمرؓ جو سخت مضطرب تھے، انھوں نے ایک اشارے پر اس معاہدے پر بطور گواہ دستخط کر دیے ہیں۔ کیا اس اطاعت شعاری کا کوئی جواب ہو سکتا ہے!

جسے تم ذلت سمجھ رہے ہو!

مسلمانوں کا یہ اضطراب حق کے جوش اور اس کی محبت میں تھا، کسی جاہلی جذبے کی بنا پر نہیں تھا۔ اس لیے دیکھیے حق تعالیٰ اس پر کیا فرمانے کے بجائے کس کس پیار سے ان کو سمجھاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے اور اس میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ ہم ہی نے تم کو ان کافروں پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے تھے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھ رہا ہے:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ (الفتح ۲۴: ۲۸) وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے، حالاں کہ وہ ان پر تمہیں غلبہ عطا کر چکا تھا، اور جو کچھ تم کر رہے تھے، اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔

پھر سمجھایا جا رہا ہے کہ اہل مکہ میں بہت سے چھپے ہوئے مسلمان ہیں جو اس وقت جنگ کی شکل میں مشکل میں پھنس جاتے بلکہ تمہارے ہی ہاتھوں قتل ہو جاتے۔ ہم نے تاخیر اس لیے کی ہے کہ وہ کھل کر دائرہ حق میں داخل ہو جائیں:

وَأُولَٰئِكَ جِئْنَا بِمُؤْمِنَاتٍ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ تَعْلَمُونَ لَهُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّهُمْ فَتَضَيَّبُوا مِنْكُمْ مِنْهُمْ مَعْرُوفَةٌ يُغَيِّرُ عَلَيْهِمْ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ (الفتح ۲۵: ۲۸)

اگر [مکہ میں] ایسے مومن مرد و عورت موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے، اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ نادانستگی میں تم انہیں پامال کر دو گے اور اس سے تم پر حرف آئے گا (تو جنگ نہ روکی جاتی۔ روکی وہ اس لیے گئی) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر لے۔

حضور نے ایک مختصر جملے میں کتنی بلیغ بات ارشاد فرمائی کہ ”میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس سال ہی عمرہ کریں گے“، یعنی خدا کا وعدہ سچا ہے، لیکن اس کا وقت بھی متعین ہے۔ بے صبری اور جلد بازی اس راہ میں حرام ہے۔ اپنے وقت پر اس کا وعدہ لازماً پورا ہوگا۔ ہمارا یہ کام نہیں کہ خدا کے فیصلوں کے لیے وقت متعین کریں۔ وہ اپنے ہر کام کو اس کے مناسب وقت پر خود انجام دیتا ہے۔

مسلمانوں کو اس کا یقین دلایا جا رہا ہے کہ تمہاری مدد اور منکرین حق کی تعذیب کے لیے خدا کے لشکر ہر وقت تیار ہیں، پلک جھپکتے میں وہ فیصلہ کر دیں گے۔ تاخیر خدا خواستہ کسی کمزوری کی بنا پر نہیں تھی، مصلحت اور حکمت اس کی وجہ تھی اور خدا کی ساری حکمتیں تمہارے سامنے نہیں تھیں:

وَاللّٰهُ جُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿الفتح ۴۸:۴﴾ زمین اور آسمان کے سب لشکر اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ علیم و حکیم ہے۔

پھر بڑے لطیف انداز میں ان کو متوجہ کیا گیا کہ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے، دنیا میں غلبہ ملانہ ملا۔۔۔ یہ تو کوشش اور جدوجہد کا زمانہ ہے۔ اس میں نتائج کے بارے میں اتنے نازک طبیعت نہ ہو جاؤ۔

ایمان و اطاعت کی راہ میں بہت سے مراحل آئیں گے، تمہاری نگاہ ہر مرحلے میں رب کی رضا اور آخرت کی کامیابی پر ہونی چاہیے۔ یہی اصل کامیابی ہے:

لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكْفَرُ عَنْهُمْ سَيِّئٰتُهُمْ ط وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ قُوْرًا عَظِيْمًا ﴿الفتح ۴۸:۵﴾  
(اس نے یہ کام اس لیے کیا ہے) تاکہ مومن مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ رہنے کے لیے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور اُن کی برائیاں اُن سے دُور کر دے۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی کامیابی ہے۔

سمجھایا جا رہا ہے کہ اسلام نام ہے خوشی اور ناخوشی میں اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کا۔ تمہاری توجہات کا مرکز یہ نہ ہو کہ کیا پایا؟ یہ ہو کہ حکم کی اطاعت کہاں تک اور کس جذبے سے کی۔۔۔ اگر تلوار اٹھانے کا حکم ہے تو اس وقت تلوار اٹھانا نیکی ہے، اور اگر تلوار کھینچ لینے کا حکم ہے تو اس وقت تلوار کھینچ لینا نیکی ہے۔ اگر زیارت کے لیے چلنے کا حکم ہے تو محبوب کی زیارت کا شوق دل و نگاہ کی تسکین

کاساماں ہے، اور اگر حکم مزید انتظار کا ہے تو سکون و راحت کا منبع، ہجر اور لذت انتظار کو بن جانا چاہیے ع  
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

نگاہ ہمیشہ اصل جو ہر پر رہے اور وہ یہ ہے کہ:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ  
يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا (الفتح ۴۸: ۱۷) جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت  
کرے گا، اللہ اُن جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور جو  
منہ پھیرے گا، اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔

اس محبت بھری تفہیم کے بعد یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ تمہارے خلوص کی بنا پر ہم نے  
تمہارے دلوں پر سکینت نازل کر دی ہے، تاکہ پریشانی اطمینان قلب میں بدل جائے اور پھر  
جمیعت خاطر کی نعمت سے تم مالا مال ہو جاؤ۔ یہ خدا کی مدد و نصرت کا ایک پہلو ہے۔ اور نادانو!  
تم جس چیز کو ذلت سمجھ رہے ہو، وہ صرف تمہاری کوتاہ بینی ہے، یہ تو ہم نے فتح کے لیے زمین تیار کی  
ہے۔ دعوت کے پھیلنے کے لیے راہ ہموار کی ہے۔ غلبے کے امکانات روشن کیے ہیں اور ایک نہیں  
کئی کئی فتوحات تمہارے لیے مقرر کر دی ہیں۔ بہت جلد تم کو خیبر میں فتح حاصل ہوگی، مال و دولت  
بھی ہاتھ آئے گا، اور پھر قریش پر غلبہ بھی حاصل ہوگا:

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا  
وَمَعَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَ بِهَا ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (الفتح ۴۸: ۱۸-۱۹) اور  
جو (صدق و خلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی اور سکینت  
نازل فرمائی اور انھیں جلد فتح عنایت کی — اور بہت سی غنیمتیں جو انھوں نے حاصل  
کیں اور خدا غالب اور حکمت والا ہے۔

خلوص دل، اطمینان قلب، دنیوی فتح اور مالی خوش حالی میں جو ربط و تعلق ہے، وہ ان  
آیات میں پوری طرح ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ توقعات کے حسین تاج محل اس لیے منہدم کیے  
جاتے ہیں کہ خلوص اور دل کی کیفیت معلوم کر لی جائے۔ اگر اس میں کھوٹ نہیں ہے تو پھر انعامات  
کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ دل میں اطمینان القا کیا جاتا ہے، مادی وسائل فراہم کیے جاتے ہیں،

اور بالآخر فتح و غلبہ عطا کیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اور ہمیشہ رہے گی:

وَلَوْ فَتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالْوَالُوا الْأَذْبَارُ لَمْ لَا يَجِدُونَ وِلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ  
اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ يَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ (الفتح: ۲۲-۲۳)  
یہ کافر لوگ اگر اس وقت تم سے لڑ گئے ہوتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے اور کوئی حامی و مددگار  
نہ پاتے۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی  
تبدیلی نہ پاؤ گے۔

اپنے پیغمبر کو اس نے دین حق اور ہدایت دے کر بھیجا ہے اور اس لیے بھیجا ہے کہ اس  
دین کو تمام نظاموں پر غالب کر دے اور یہ ہو کر رہے گا۔ حق ظاہر کرنے کے لیے اللہ ہی کافی ہے:  
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ط وَكَفَى  
بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ (الفتح: ۲۸) وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور  
دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر  
اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اس لیے وہ چیز جسے مسلمان کمزوری سمجھ رہے تھے اور جس میں دین کی ذلت دیکھ رہے  
تھے، حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اسے فتح میں قرار دیا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (الفتح: ۱) اے نبی، ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی۔  
یعنی وہ صلح جس کو شکست سمجھا جا رہا تھا، اللہ کے نزدیک وہ فتح عظیم تھی۔ اس آیت کے نازل  
ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا: ”آج مجھ پر وہ چیز نازل  
ہوئی ہے، جو میرے لیے دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ پھر یہ سورت تلاوت فرمائی اور خاص طور پر  
حضرت عمرؓ کو بلا کر سنایا، کیوں کہ وہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھے۔

اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کر حضور سے پوچھا: ”یا رسول اللہ! کیا یہی فتح ہے؟“

آپ نے فرمایا: ہاں۔ (ابن جریر)

ایک اور صحابیؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی یہی سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: ”قسم ہے

اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، یقیناً یہ فتح ہے۔“ (مسند احمد، ابوداؤد)

یہی ارشاد تھا جس نے مضطرب دل کو مطمئن کر دیا۔ ایمان اور ہے ہی کیا؟ اللہ اور اس کے رسول کی بات پر یقین و اطمینان۔ اس کی تائید و تصدیق۔ اور اس کے وعدے پر اعتماد اور پھر بھروسا!

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (یونس ۵۵:۱۰) اللہ کا وعدہ سچا ہے، مگر اکثر انسان جانتے نہیں ہیں۔

شکست، فتح میں بدل گئی

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے! یہی صلح جو بظاہر ذلت کا نشان معلوم ہوتی تھی دراصل فتح کا سبب، اس کا پیش خیمہ اور ذریعہ بنی۔ ایک نہیں، متعدد فتوحات کا!

● پہلی فتح تو یہ تھی کہ مادی سہاروں اور دنیوی توقعات سے مسلمانوں کی نگاہیں ہٹ کر اطاعت الہی اور پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لگ گئیں، قلب مطمئن ہونے لگے اور سرشاری میں اضافہ ہونے لگا۔ اصل فتح تو یہی ہے۔

● پھر اس معرکے میں جو شریک تھے، ان سے حق تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا اور حضور نے فرمایا کہ بیعت رضوان میں شرکت کرنے والوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ یہ دوسری فتح ہے!

● پھر مسلمانوں کا اخلاقی رعب، منکرین حق کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ ان کا عزم، ان کی ہمت، ان کا اخلاق و کردار، اس کا جذبہ جہاد و قربانی، ان کی سمع و اطاعت۔ یہ سب تیر کی طرح دلوں میں پیوست ہو گئے۔ مکہ کے دروازے چاہے مسلمانوں پر بند رہے ہوں، لیکن اہل مکہ کے دلوں کے دروازے کھل گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد خود اہل مکہ میں مسلمانوں کی تعداد برابر بڑھتی رہی، اور وہی جو حدیبیہ کے موقع پر مقدمتہ انجیش کو لے کر آئے تھے، اس معاہدے کے کچھ ہی عرصے کے بعد خود دائرہ اسلام میں آ گئے۔ یہ تیسری فتح تھی!

● بات صرف اہل مکہ ہی تک نہ تھی، بلکہ اس صلح کے ذریعے پورے عرب میں اسلام کے پھیلنے اور قبائل کو حلیف بنانے کا موقع پیدا ہو گیا، ایک راستہ بند ہوا تو سونے راستے کھل گئے۔ ملک اور ملک کے باہر فود بھیجے گئے، دعوت و تبلیغ کا کام بڑے پیمانے پر ہوا، اور بقول ابن ہشام

دعوتِ اسلامی کا حلقہ اثر جتنا صلح حدیبیہ کے بعد کے دو برسوں میں بڑھا ہے، اتنا اس سے قبل کے ۱۹ برسوں میں نہیں بڑھا تھا۔ یہ چوتھی فتح تھی!

● اسی طرح اس صلح کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان چھپے ہوئے مسلمانوں کو بچا لیا، جو کفار کے جور و جبر کے باعث اعلانِ حق کرنے کا موقع نہیں پاتے تھے۔ جب ایک آدمی کی جان بچانا پوری انسانیت کو بچانے کے مترادف ہے تو بیسوں اور سیکڑوں کلمہ گوؤں کو بچانا ایک عظیم فتح کیوں نہ ہو۔ یہ پانچویں فتح تھی!

● پھر اگلے سال مسلمانوں نے پوری شان و شوکت کے ساتھ عمرہ کیا۔ چودہ سو کے بجائے دو ہزار زائرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے۔ مشرکین مکہ کو چھوڑ کر چلے گئے اور وہی جنہیں مکہ سے نکالا گیا تھا، سینہ تان کر اور سر حضور رب میں جھکا کر لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ اللہ اللہ، کیا منظر ہوگا! سات سال کے بعد ترسی ہوئی آنکھوں نے بیت اللہ کا دوبارہ نظارہ کیا ہوگا، سوکھے ہوئے ہونٹوں نے حجرِ اسود کو چوما، اور خشک زبانوں نے آبِ زم زم سے دہن و دل کی پیاس بجھائی ہوگی!

کفار نے یہ افواہ اڑادی تھی کہ مسلمان کمزور ہو گئے ہیں۔ اسی لیے حکم ہوا کہ طواف میں جب ان مقامات سے گزر دو جو مشرکین کے سامنے ہیں تو تیز تیز چلو، سینہ تان کر چلو، کندھے ہلاؤ، اور اپنی قوت اور شان و شوکت کا مظاہرہ کرو۔ آج تک یہ چیز مناسک حج کا جزو ہے۔

مکہ میں مسلمانوں کا یہ داخلہ فتحِ مکہ کی ریہرسل تھا۔ ایک ہی سال بعد مسلمان فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اور اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا۔ اور یہ چھٹی فتح تھی!

فَعَلَيْهِ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَ يُجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرٌ كَثِيرًا (النساء: ۱۹) ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔



میں سورہ فتح کا مطالعہ نہیں کر رہا تھا، تاریخ میری آنکھوں کے سامنے گردش کر رہی تھی اور دل دو ماغ کے فتح ابواب کا کام انجام دے رہی تھی۔ نئے نئے گوشے میرے سامنے ابھر رہے تھے۔ میں نے ذرا غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سفر زیارت بیت اللہ کے لیے تھا، اسی کا اہتمام تھا، لیکن

جو معاہدہ ہوا وہ خالص سیاسی تھا۔ دینی سفر کا سیاسی پہلو، زیارتِ کعبہ اور معاہدہ صلح؟

اسلام میں دین و سیاست کس طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں — طواف کے وقت بھی مسلمانوں کے دبدبے کو قائم کرنے کا خیال — معروف اصطلاح میں سیاست، لیکن اس مقدس مقام پر بھی اس کا لحاظ! قربانی کے اونٹ لائے گئے تو ان میں ابو جہل کا اونٹ بھی تھا، تاکہ مسلمانوں کی قوت معلوم ہو اور مشرکین کو کڑھن ہو — کیا اسے بھی سیاست کہیں گے؟ — افسوس! اسلام کا جو امتیاز تھا، اب اس پر کچھ کورڈ ہنوں کو وحشت و شرمندگی ہونے لگی۔ نبی برحق نے تو دین اور سیاست کو ایک وحدت میں اس طرح سمو دیا تھا کہ ان میں کوئی فرق باقی نہ رہا تھا، وہ ایک ہی حقیقت کے دو پہلو بن گئے تھے۔ اور حیرت اس بات پر کہ 'کم کوشوں' نے اس حقیقت کو گم کر دیا۔

منافقین کا رول اس موقع پر بھی وہی تھا، جیسا ہمیشہ رہا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ کا رسول اور اس کے یہ ساتھی اب کیا واپس آئیں گے — خوش ہو رہے تھے — چلو قصہ ختم ہوا، لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ آئے بھی اور فاتح بھی ہوئے اور منافقین آگ پر لوٹنے لگے۔ مخالفین حق کے اندازے اللہ تعالیٰ ہمیشہ غلط کر دیتا ہے اور بالآخر ان کو ہزیمت اٹھانا پڑتی ہے۔

اہل حق کی محبت کا اصل سرچشمہ اللہ اور اس کے آخری رسول کی اطاعت ہے۔ ان کی طاقت باہمی محبت و اخوت اور باطل اور ظلم کے لیے سختی میں ہے۔ ان کی کامیابی کا راز اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے، اس سے مغفرت طلب کرنے اور صرف اسی پر بھروسہ کرنے میں ہے۔ فتح کی خوش خبری کے ساتھ ہی ان کے جو اوصاف بتائے جا رہے ہیں، وہ یہی ہیں:

أَشِدَّاءَ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءَ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ط (الفتح ۲۹:۳۸) وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انھیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوش نودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔

یہی وہ ہتھیار ہیں جن سے اہل حق اپنی لڑائی لڑتے اور بالآخر بازی جیتتے ہیں۔



میں سورۃ الفتح کو پڑھ رہا تھا۔ کئی بار اس کی تلاوت کی، میرے ذہن پر سے بوجھ اب اتر چکا تھا، تاریکیوں اور مایوسیوں کا ایک ایک پردہ اٹھ گیا اور اجالا پھیلنے لگا۔ میرے دل نے گواہی دی کہ حق کا پیغام باطل پرستوں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود پھیلے گا اور ان شاء اللہ غالب ہو کر رہے گا۔ یہ نام کہیں مٹائے سے نہیں مٹتا!۔۔۔ راہ میں نشیب و فراز تو بہت سے ہیں، لیکن آخری کامیابی حق ہی کی ہے۔ اور ایک نہیں بہت سی کامیابیاں ہیں۔

حق سے وابستگی اور اس پر استقامت خود اپنی جگہ ایک کامیابی ہے۔ مایوسیوں کے عالم میں اللہ کی ذات بابرکات پر اطمینان اور اس کی سکینت کا نازل ہونا بھی ایک کامیابی ہے۔ نتائج سے بے پروا ہو کر حق کے لیے ڈٹ جانا ایک کامیابی ہے، پھر غلبہ حق بھی ان شاء اللہ اس سلسلے کی ایک کامیابی ہے۔ لیکن سب سے بڑی اور اصولی کامیابی تو اللہ کا راضی ہو جانا ہے۔ اگر وہ حاصل ہو جائے تو سب کچھ حاصل ہو گیا!

غم اور پریشانی کے بادل اب چھٹ چکے تھے، اطمینان اور سکون کی ایک نئی دولت سے دل مالا مال تھا، فَأَحْمَدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ۔

## ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن کے پیغام کی اشاعت میں حصہ لیجیے

ایجنسی لیجیے اور اپنے اعزہ و احباب میں، اہل محلہ اور رفقاء دفاتر میں

بازار کے دکان داروں میں، کالجوں، اسکولوں اور مدارس میں فروخت کیجیے

◆ 5 سے زائد پرچوں پر 25 فی صد ◆ 25 سے زائد پرچوں پر 33 فی صد

مینجیر ماہنامہ ترجمان القرآن، منصورہ، لاہور۔ ۵۴۷۹۰۔ فون: ۳۵۲۵۲۱۲۹-۰۴۲۔